قیدی کے حقوق اور اسلامی تعلیمات

ڈاکٹر محمد اعجاز*

موجودہ دور ایک طرح سے حقوق کی آگاہی کا دور ہے۔ مغربی تہذیب آزادی کی علمبردار ہے اور سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کا مقصدِ زندگی سرمایہ کا حصول اور بڑھوتری قرار دیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انسان کو غرض کا بندہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس مقصد کا حصول ممکن نہیں۔ اسی آزادی نے حقوق کی بحث کو چھیڑا ہے۔

عصرِ حاضر میں اسی تناظر میں بنیادی انسانی حقوق کے تحت قیدیوں کے حقوق پر بہت بحثیں ہو رہی ہیں۔ اسی لیے سزاؤں میں انتقامی جذبے کی تسکین کی بجائے قیدیوں کی اصلاح اور انہیں دوبارہ عام انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کے قابل بنانے کا مقصد پیش نظر رکھا جانے لگا ہے(۱)۔ اسی طرح سزائے موت کے خاتمہ کے مطالبات ہیں اور کچھ یورپین ممالک نے تو سزائے موت ختم بھی کر دی ہے۔ جسمانی سزاؤں مثلاً کوڑوں کو غیر انسانی سزائیں قرار دیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں اتنی بات ہی کہی جا سکتی ہے کہ مغرب اس معاملے میں بھی عدم توازن کا شکار ہے۔ اس کے خیال میں صرف قیدی کے حقوق اہمیت کے حامل ہیں جبکہ مضروب اور متضرر فریق کے جذبات کی اور معاشرے کو پہنچنے والے نقصان کی چنداں اہمیت نہیں۔ اس مقالہ میں عصرِ حاضر میں قیدیوں کے حوالے سے اٹھنے والے اہم امور اور حقوق پر بحث کی گئی ہے۔

ا۔ قیدی کے سیاسی حقوق:

قید کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قیدی کو سزا کے طور پر معاشرے سے کاٹ کر الگ ایک جگہ پر محصور کر دیا جائے۔ چونکہ انسان طبعاً اس حصار کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا اس پابندی سے اسے اذیت ہوتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قیدی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتا ہے؟ یہ مسئلہ بھی دورِ جدید کا ہے۔ پہلے ادوار میں اس طرح کے مسائل نہیں تھے کہ لوگ انتخابات میں امیدوار بنتے ہوں یا ووٹ دیتے ہوں۔

الف۔ ووٹ دینے کا حق:

موجودہ دور کا اہم مسئلہ قیدیوں کو ووٹ دینے کا حق دینے سے تعلق رکھتا ہے کہ قیدیوں کو ووٹ کا حق ہونا چاہیے کہ نہیں؟ اگر قید کا سبب صرف جرم کا الزام ہو یعنی حوالاتی قید ہو تو اسے اس حق سے محروم کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اسے ووٹ کا حق ہونا چاہیے۔ حکومت اور انتظامیہ اس کی رائے وصول کرنے کا انتظام کریں۔

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

اگر قیدی کسی جرم میں سزا بھگت رہا ہو تو پھر اس کو ووٹ کا حق دینے کے مسئلے کو دو امور پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ایک گواہی اور دوسرے وکالت پر۔ کسی امیدوار کو ووٹ دینا دراصل اس کی منصب کے لیے اہلیت پر گواہی دینا ہے۔ حنفیہ کی رائے میں گواہ کے لیے صاحب اختیار ہونا شرط ہے۔ یعنی گواہ میں ولایت کا ہونا یا اہلیت تصرف ہونا لازمی ہے۔ جبکہ شافعیہ کے نزدیک عدالت گواہ کے لیے شرط ہے کہ گواہ فاسق نہ ہو یعنی کبائر سے اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرے (۲)۔

ظاہری طور پر شافعیہ کی رائے میں چونکہ گواہ کا عادل ہونا شرط ہے اس لیے وہ قیدی جو کسی اخلاقی جرم میں سزا کاٹ رہا ہو۔ ووٹ دینے کا حقدار نہ ہوگا۔ جبکہ حنفیہ کہتے ہیں کہ گواہ کے لیے شرط ولایت اور اس کا صاحب اختیار ہونا ہے اور قیدی میں تصرف کی اہلیت پائی جاتی ہے کہ اس کے معاہدات درست ہوتے ہیں۔ اگر وہ کسی مقدمے میں گواہ ہو تو اسے عدالت میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے اس لیے اسے ووٹ دینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

دوسری چیز جس پر ووٹ کو قیاس کیا جا سکتا ہے وہ وکالت ہے۔ جب عوام کسی شخص کو ووٹ دے کر کسی منصب پر فائز کرتے ہیں تو وہ شخص عوام کے نائب کی حیثیت سے اجتماعی امور کو چلاتا ہے تو دراصل وہ عوام کا وکیل اور نائب ہوتا ہے۔ اس طرح ووٹ دینا کسی شخص کو وکیل بنانا ہے۔ تو ووٹ دینے کی اہلیت اس کی ہونی چاہیے جس میں اہلیت توکیل ہو یعنی وکیل بنانے کی یا دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کرنے کی اہلیت وصلاحیت ہو۔ فقہاء نے اہلیت توکیل کے لیے بلوغت اور عقل کو شرط قرار دیا ہے (۳)۔

اس لحاظ سے ووٹ دینے والے کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ہی شرط ہے اور یہ شرائط قیدی میں پائی جاتی ہیں۔ قید اس کی اس اہلیت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ وکالت پر قیاس کرتے ہوئے قیدی کو حق رائے دہی دیا جا سکتا ہے۔

مزید برآں ووٹ دینا بیعت کرنے سے مماثلت رکھتا ہے۔ شریعت کی تعلیمات کی رو سے شوریٰ کے ممبران اور امام یا حکمران کا انتخاب اہل حل وعقد کریں گے مگر اس انتخاب پر عامة الناس سے بیعت لی جاتی ہے۔ فقہاء نے بیعت کے لیے عقل اور بلوغت کے سوا کوئی اور شرط نہیں لگائی۔ ان دلائل کی روشنی میں یہ بات اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے کہ قیدی کو ووٹ یا رائے دہی کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

ب۔ انتخاب لڑنے کے حق:

قیدی انتخابات میں ووٹ دے سکتا ہے تو کیا قیدی کسی منصب کے لیے امیدوار بن سکتا ہے یا نہیں؟ فقہاء نے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں امام، شوریٰ اور اہل حل وعقد کے لیے جن شرائط کا ذکر کیا ہے۔ ان میں عقل، بلوغ، اسلام، آزادی اور علم کے علاوہ عدالت بھی شرط ہے (۴)۔

لہٰذا قیدی اگر کسی الزام میں قید ہو تو جب تک اس پر جرم ثابت نہ ہو جائے وہ کسی بھی منصب کے لیے اہل ہے کیونکہ قاعدہ فقہیہ ہے: ''الاصل براة الذمة'' (۵) ہر شخص ذمہ داری سے بری الذمہ ہے، جب تک اس پر الزام ثابت نہ ہو جائے بشرطیکہ اس

قیدی میں بقیہ شرائط پوری ہوتی ہوں۔ کسی جرم کے بغیر قید کیے گئے فرد کو بھی انتخاب لڑنے کا حق ہونا چاہیے کیونکہ حکومتیں عموماً اپنے سیاسی مخالفین کو جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر قید کر دیتی ہیں۔

کسی جرم میں بطور سزا قید ہونا قیدی کو انتخاب لڑنے کے لیے نااہل قرار دلوا سکتا ہے۔ کیونکہ جرم ثابت ہونے پر اس کی عدالت پر اثر پڑتا ہے۔ اس میں اہلیت ولایت ہونے کے باوجود کسی منصب پر جائز ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ اس لیے قیدی کو انتخاب لڑنے کا حق نہیں البتہ قیدی کو دوسرے سیاسی حقوق مثلاً اجتماع کا حق، تقریر کا حق، اور جماعت بنانے کا حق نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان امور سے جیل کا نظم ونسق متاثر ہوگا۔

۲۔ قیدی کے عائلی حقوق:

جب کسی شخص کو قید میں ڈالا جاتا ہے تو دراصل اسے اس کے خاندان سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عائلی معاملات کے حوالے سے قیدی کو کچھ حقوق حاصل ہیں یا نہیں، ان میں سے اہم امور پر بحث کی جائے گی۔

الف۔ وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کا حق:

قید میں قیدی کو اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو اپنی بیوی کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کا حق ہوگا یا نہیں؟ جیسا کہ پہلے تذکرہ گزر چکا ہے کہ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ قیدی کو قید کے دوران بیوی سے ہم بستری کی اجازت نہیں کیونکہ قید کا مقصد تنگی ہے لذت کا موقع دینے سے تنگی نہیں رہے گی اور یہ مقاصد قید کے منافی ہیں (۶)۔

جبکہ فقہاء کی اکثریت قیدی کو یہ حق دینے کی قائل ہے کہ جس طرح پیٹ کو شہوت پوری کرنے کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح جنسی شہوت کی تکمیل کی اجازت ہونی چاہیے (۷) قیدی کو یہ حق دینا قید کے مقاصد کے منافی بھی نہیں اس لیے کہ قید بذات خود ایک سزا ہے، اگر کسی شخص کو دنیا کی تمام تعیشات دے کر ایک جگہ پابند کر دیا جائے یہ بھی اس کے لیے اذیت ناک ہوگا۔ یہ درست ہے کہ قیدی پر پابندیاں ہونی چاہئیں۔ آزاد فرد اور قیدی میں فرق ہونا چاہیے۔ مگر ضرورت کی وجہ سے قیدی کو کچھ حقوق دیے جانے چاہئیں اور یہ حق بھی اسی قبیل کا ہے۔

مزید یہ کہ جرم مرد نے کیا ہے، بیوی کو سزا کیوں ملے؟ بیوی کا حق بنتا ہے کہ شوہر اس کے حقوق ادا کرے۔ مرد جب حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوگا تو بیوی اس بنیاد پر تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر سکتی ہے۔ جس کی مضرتیں قیدی کو وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کا حق دینے سے زیادہ ہے۔ یہ نسبتاً آسان ہے کہ قیدی اور اس کی بیوی کو خلوت مہیا کر دی جائے۔ قیدی کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کیونکہ موجودہ زمانے میں قیدی جیلوں میں جنسی خواہش کے جائز مواقع نہ ملنے کے نتیجے میں ہم جنسی یا کسی اور غیر فطری طریقے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سفارش کی کہ قیدی کو ہر چھ ماہ بعد اپنی بیوی کے ساتھ کچھ روز گزارنے کی اجازت دی جائے۔ اس مقصد کے لیے یا تو عبوری طور پر چھ روز کے لیے رہا کر دیا جائے یا بیوی

کو قیدی کے ساتھ جیل میں ٹھہرنے کی اجازت دی جائے اور اس کیلئے حکومت مناسب اقدام کرے (۸)۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کرنے سے قیدی اور جیل کے ماحول کی اصلاح میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

ب۔ نکاح کا حق:

نکاح کرنا مسنون ہے، بلکہ بعض حالات میں فرد پر واجب ہو جاتا ہے جب نکاح نہ کرنے کے سبب گناہ میں ملوث ہونے کا یقین ہو (۹)۔ قیدی اگر شادی شدہ ہو تو اسے بیوی کے حقِ زوجیت ادا کرنے کا موقع دیا جانا چاہیے اور شادی شدہ نہ ہو تو شادی کی ضرورت ہونے پر قیدی کو نکاح کرنے کا بھی حق ملنا چاہیے اس لیے کہ نکاح کرنے کی اہلیت موجود ہے تو وہ نکاح کر سکتا ہے اسے بیوی سے خلوت میں ملنے کی اجازت بھی ہونی چاہیے، ان دلائل کی بنیاد پر جو اوپر ذکر کیے جا چکے ہیں۔

ج۔ اہل وعیال کا نفقہ:

قیدی اگر مال دار ہو تو وہ اپنے مال میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اپنے اہل وعیال پر انفاق تصرفات شرعیہ میں سے ہے اور قیدی کو اہلیت تصرف حاصل ہے اس لیے اسے اس تصرف شرعی سے روکنا ناجائز ہے (۱۰)۔

حنفیہ کے صحیح مذہب کے مطابق اگر قیدی حاکم کی جیل میں بغیر حق قید ہو تو اس کی بیوی نفقہ کی مستحق نہیں کیونکہ احتباس شوہر کی جانب سے نہیں، یعنی ایسی صورت میں قیدی کو بیوی پر انفاق کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مگر شوہر کو انفاق سے روکا نہیں جا سکتا (۱۱) اس لیے کہ وہ شرعی تصرف کر رہا ہے۔

اگر قیدی بغیر حق کے قید کیا گیا ہو یا الزام کی وجہ سے جیل میں ہو تو بیوی بچوں کا نفقہ بیت المال پر ہونا چاہیے یا جس نے بغیر حق کے قید کیا ہے۔ کسی جرم میں سزا بھگتنے کے لیے قید شخص مفلس ہو تو تب قیدی کے اہل وعیال کی کفالت بیت المال کی ذمہ داری ہونی چاہیے۔ اسکی ایک اور بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ قیدی جیل میں اجرت پر کام کرے، اس غرض کے لیے جیلوں میں صنعتیں قائم کی گئی ہیں۔ جمہور فقہاء نے قیدی کی اجرت پر کام کرنے کو جائز قرار دیا ہے (۱۲)۔ اس طریقے سے قیدی کے اہل وعیال کا خرچ چل سکتا ہے اور قیدی اپنے اہل وعیال پر انفاق کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے اور یہ قید کے مقاصد کے منافی بھی نہیں ہے۔

۳۔ عزت نفس اور استحصال کا خاتمہ:

اگرچہ قید کا مقصد مجرم کو آرام و آسائش پہنچانا نہیں۔ قید اس طریقے سے ہو کہ مجرم کو اذیت بھی ہو تا کہ آئندہ جرم سے تائب ہو۔ مگر اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرنا اور غیر انسانی ماحول میں رکھنا درست نہیں کیونکہ ضرورت سے زیادہ دباؤ انسان کو باغی بنا دیتا ہے۔ مجرم اصلاح کی طرف مائل ہونے کی بجائے ردعمل میں ضد پر اتر آتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر جیل سے اصلاح کی بجائے جرم کی

دلدل میں مزید پھنس کر نکلتا ہے۔خصوصاً پاکستانی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ وہ سلوک ہوتا ہے جو فاتح قوم مفتوح قوم کے ساتھ کرتی ہے۔جیلوں میں وہی نظام چل رہا ہے جو انگریز نے محکوم قوم کے لیے وضع کیا تھا۔

جیل میں داخلے کے ساتھ ہی قیدی کے ساتھ وحشیانہ طرز عمل کا آغاز ہو جاتا ہے۔قیدی کو بے جا مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔اور یہ مار پیٹ سزا کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ جیل انتظامیہ قیدیوں پر اپنا رعب ودبدبہ قائم رکھنے کے لیے ایسا کرتی ہے۔صاحب ملاحظہ کے نام پر گھٹنوں پاؤں کے بل بٹھایا جاتا ہے۔اس بے جا تشدد اور غیر انسانی سلوک کا کوئی جواز نہیں۔بلکہ یہ قید کے مقاصد و اہداف کو حاصل کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

جیلوں میں قیدیوں کی تعداد قواعد وضوابط میں بیان کی گئی تعداد سے کم از کم تین گنا زیادہ ہے۔اس طرح جیل میں نظم ونسق، صفائی ستھرائی اور مناسب خوراک کے مسائل جنم لیتے ہیں۔قیدیوں کا بنیادی حق ہے کہ جیل کے اندر کا ماحول رہنے کے قابل ہو۔اس کے لیے جیل میں قیدیوں کا مناسب تعداد میں ہونا لازمی ہے۔اس کا یہ حل نہیں کہ مزید جیلیں بنا دی جائیں۔بلکہ قیدیوں کی تعداد کو کم کرنا ہوگا۔ جیل میں قیدیوں کی تعداد کا زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں ہر جرم کی سزا قید ہے۔پہلے تو یہ قدم اٹھانا چاہیے کہ سزائے قید صرف ضرورت کے تحت دی جائے اور حوالاتی قید تو نہ ہونے کے برابر ہو۔اس سلسلے میں مغرب میں جاری معاشرے کی خدمت Community Service سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔خصوصاً پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی ایک قابل ذکر تعداد ایسی ہے جو بغیر کسی جرم کے معمولی الزامات میں بند ہے۔یہ استحصال کی بہت بڑی نوعیت ہے۔اس کا ازالہ ضروری ہے۔اس کے لیے لازمی ہے کہ آفیشل وزیٹرز (۱۳) جیلوں کے بہت زیادہ دورے کریں اور قیدیوں کے حالات جانیں اور بغیر جرم کے اور عدم پیروی کی وجہ سے قید قیدیوں کی رہائی کا سامان کریں۔حکومت کو چاہیے کہ بڑی تعداد میں نان آفیشل وزیٹرز مقرر کرے تاکہ اس سلسلے پر قابو پایا جاسکے۔فقہاء نے جیل حکام کی بنیادی ذمہ داری قرار دی ہے کہ وہ جیل کے امور کی نگرانی کرتے رہیں اور جو قیدی رہائی کا مستحق ہو اسے رہا کریں کوئی شخص ایک دن بھی جیل میں نہ گزارے کیونکہ جیل عذاب ہے(۱۴)۔

ایک اور مسئلہ خوراک کا ہے۔قیدیوں کو جیل مینوئل کے مطابق قطعاً خوراک نہیں ملتی بلکہ جیل کے قواعد میں درج خوراک کا آدھا حصہ بھی قیدیوں کو ملے تو ان کے حالات سدھر سکتے ہیں،قواعد وضوابط تو پھر بھی اچھے ہیں مگر عمل کی دنیا میں ان قواعد کی نہیں چلتی،ایک تو جیل کا بجٹ بہت کم ہوتا ہے اور دوسرے جو ملتا ہے کرپشن کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔قیدیوں کا حق ہے کہ ان کو معیار اور مقدار میں پوری خوراک ملے۔یہ حکومت کی ذمہ داری ہے(۱۵)۔ فقہاء اسلام نے بھی اس کو حکومت کی ذمہ داری قرار دیا ہے کہ وہ قیدیوں کو سامان خورد ونوش اور موسم کے مطابق کپڑے بہم پہنچائے اور مسلمان حکمران ان تعلیمات پر عمل کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے(۱۶)۔

جیلوں میں استحصال کی ایک شکل یہ ہے کہ عورتوں کی جیل عموماً الگ نہیں ہوتی بلکہ جیلوں میں عورتوں کے لیے ایک حصہ

مخصوص ہوتا ہے۔جن کے لیے الگ زنانہ سٹاف بھی ہوتا ہے۔مگر مردانہ سٹاف کا عمل دخل ہوتا ہے۔اس کے نتیجے میں بہت سے اخلاقی مسائل جنم لیتے ہیں اور زنانہ قیدیوں کا مختلف طریقوں سے استحصال ہوتا ہے، اس میں جیل کے ملازمین اور بااثر قیدی ملوث ہوتے ہیں (۱۷)۔اس لیے عورتوں کو اس زیادتی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ عورتوں کے لیے الگ جیلیں ہوں۔مزید یہ کہ مردوں کی نسبت عورتوں کو قید کرنے کے سلسلے میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

نابالغ قیدیوں کا بھی حق بنتا ہے کہ انہیں جیل کی بجائے الگ جگہ پر رکھا جائے اور ان کی اصلاح کا سامان کیا جائے کیونکہ بلوغت سے پہلے اگر وہ جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کو قید کرنے میں سزا کے عنصر سے زیادہ اصلاح کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ جبکہ جیلوں میں ان کے ساتھ زیادتی کے واقعات عام ہیں۔ان کے ساتھ ہونے والے اس غیر فطری، غیر انسانی سلوک اور استحصال کا خاتمہ ہونا چاہیے،غرض جیل میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی اور غیر انسانی سلوک کا سدباب کیا جائے تاکہ جیل کا ماحول ایسا ہو جس میں قیدی کی اصلاح ہو سکے، بجائے اس کے کہ وہ تذلیل اور استحصال کے ماحول میں ضد کا شکار ہو کر معاشرے کے خلاف جرم کا ارادہ لے کر جیل سے باہر آئے۔لہذا جیلوں میں قیدیوں کی تعداد کم کی جانی چاہیے ان کی خوراک و پوشاک کا خیال رکھا جائے۔اور ان پر کیے جانے والے بے جا تشدد کا سلسلہ بند ہو۔اور جو قیدی قانونی طور پر ضمانت پر رہائی کے مستحق ہیں مگر ضمانت کی قدرت نہیں رکھتے انہیں آسان شرائط پر رہا کر دیا جائے۔

۴۔مرکز بحالی برائے قیدی:

قید کا مقصد مجرم کو سزا بھگتنے کے نتیجے میں اس قابل بنانا ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ معمول کی زندگی گزار سکے۔اگر کسی وجہ سے اس سے جرم سرزد ہو گیا تو یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کا عام لوگوں کی طرح زندگی گزارنا ناممکن ہو جائے۔زیادہ تر مجرم نفسیاتی مریض ہوتے ہیں ان کے جرم کرنے کے پیچھے کوئی نہ کوئی نفسیاتی الجھن ہوتی ہے۔خصوصاً عادی مجرم تو مکمل نفسیاتی مریض ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ جیل کا عمومی ماحول بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ جیلوں میں قیدیوں کی بحالی کے مراکز قائم کیے جائیں۔جن میں قیدیوں کے طبی اور نفسیاتی مسائل کو ماہرین کی راہنمائی میں حل کیا جائے۔اس طرح عادی مجرموں کو جرائم کی دنیا سے باہر نکلنے میں مدد ملے گی اور دوبارہ عام انسانوں کی زندگی گزارنے کے قابل ہو سکتے ہیں (۱۸)۔موجودہ زمانے میں جیلوں میں ان مراکز کا وجود کہاں بلکہ طبی سہولتوں کا بھی بہت فقدان ہے۔جیل میں میڈیکل افسروں کا تقرر ہوتا ہے۔ہسپتال بھی موجود ہوتا ہے مگر عام قیدیوں کو اس کا فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ بااثر قیدی مشقت اور جیل کی سختی سے بچنے کے لیے بیمار بن کر ہسپتال داخل ہو جاتے ہیں اور عام قیدیوں کا حق مارتے ہیں (۱۹)۔لہذا ضروری ہے کہ تمام قیدیوں کو مناسب طبی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

قیدیوں کی اصلاح اور بحالی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔اور خصوصاً ان کی اخلاقی تربیت کے لیے دینی تعلیم کا انتظام ہو۔کیونکہ موجودہ دور میں خاص طور پر جرائم کی بہت بڑی وجہ دین اور دینی تعلیمات سے دوری

ہے۔ دینی تعلیم کے نتیجے میں قیدی ان اخلاقِ فاضلہ کی طرف راغب ہوسکتے ہیں۔ اس غرض کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ قرآن ناظرہ پڑھا دیا جائے بلکہ اسلام کی تعلیمات سے بھی روشناس کروایا جائے جو انہیں دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روک سکیں گی اور جیل میں ان کا رویہ بھی درست ہوسکتا ہے۔ جن کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے ان کو اجاگر کیا جائے۔ عیسائیوں میں وعظ و نصیحت کے لیے ہر اتوار پادری جیل میں آتے ہیں مگر مسلمانوں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے کوئی اہتمام نہیں، اس کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کیا جائے (۲۰)۔

۵۔ پیرول پر رہائی:

پیرول سے مراد کسی قیدی کو حقیقی ضرورت کی وجہ سے مشروط طور پر چند روز کے لیے رہا کر دینا ہے (۲۱)۔ اس ضرورت کے پورا ہونے پر یا مدت پورا ہونے پر قیدی دوبارہ واپس قید کر دیا جاتا ہے۔

قیدی کو اجتماعی زندگی سے دور کر دیا جاتا ہے۔ اسے اجتماعی عبادتوں اور رشتہ داروں کو ملنے اور عیادت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ کسی کی تجہیز و تکفین کے لیے جیل سے باہر آسکتا ہے نہ جنازے میں شرکت کرسکتا ہے، مگر فقہاء نے اسے ضامن پیش کرنے پر اصول و فروع یعنی باپ دادا اور اولاد کے جنازے میں شرکت کی اجازت دی ہے (۲۲)۔ چنانچہ بہت زیادہ ضرورت کے وقت قیدی کا حق ہے کہ اسے عبوری طور پر مشروط رہائی دی جائے۔ اس کے علاوہ قید کے دوران بہتر رویہ اپنانے اور اپنی اصلاح کرنے پر بھی معاشرے کی خدمت کا کام سونپا جاسکتا ہے کہ وہ جب سرانجام دے دے تو اس کی بقیہ سزا معاف کر دی جائے۔

پیرول پر رہا کرنے کی ایک وجہ وہ بھی ہوسکتی ہے جسے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ جیل میں قیدی کو بیوی سے خلوت میں ملنے کا موقع نہ دیا جاسکتا ہو یعنی ایسا انتظام ممکن نہ ہو تو قیدی کو چھ ماہ یا کم سے کم مدت کے بعد پیرول پر رہا کر دیا جائے تاکہ وہ کچھ روز اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گزار سکے۔

۶۔ قیدی کا حقِ دفاع:

قیدی اگر الزام میں قید ہو تو اسے اپنے اوپر عائد الزام کو غلط قرار دینے کے لیے اپنا دفاع کرنے کا پورا حق ہوگا کہ جیل سے نکل کر عدالت میں جا کر دعویٰ کی سماعت میں شریک ہو اور جواب دعویٰ پیش کر سکے۔ حاکم اسے جیل سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دے تو وکیل کے ذریعے دفاع کرسکتا ہے (۲۳)۔ بہرحال اسے اپنے دفاع کا حق ہوگا۔

اس کے علاوہ قیدی پر کوئی اور فریق دعویٰ کر دے تو بھی وہ دفاع کا حق رکھتا ہے، قیدی کو اپنے خلاف ہوئے فیصلے کے خلاف اپیل کا حق ہوگا۔

وہ مختلف بنیادوں پر جو قانون میں دی گئی ہیں اسی عدالت یا بالائی عدالت میں اپیل دائر کرسکتا ہے۔اس غرض کے لئے اسے اپنا وکیل مقرر کرنے کی بھی اجازت ہے۔مزید یہ کہ قیدی دوسرے لوگوں سے اپنے حقوق کے حصول کے لیے بھی دعویٰ کا حق رکھتا ہے(۲۴)۔

اگر اسے دفاع اور اپنے حقوق کے لیے دعویٰ نہ دیا جائے تو یہ اس کے حقوق کے ضیاع پر منتج ہوگا جو ناجائز ہے۔

عصر حاضر میں قیدی کے حقوق کے سلسلے میں اٹھنے والے سوالات کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ شریعت کی رو سے قیدی کو سیاسی حقوق میں سے ووٹ کا حق حاصل جبکہ حوالاتی قید کی صورت میں انتخابات میں بھی حصہ لے سکتا ہے جبکہ اسے اجتماع، تقریر اور جماعت سازی کا حق حاصل نہ ہوگا(۲۵)۔عائلی حقوق میں اسے بیوی کا حق زوجیت ادا کرنے کے مواقع دینا شریعت کی رو کے مطابق ہے۔نیز اسے اپنے خاندان پر انفاق کرنے کی اجازت ہوگی جبکہ ناحق قید کی صورت میں انفاق کی ذمہ داری قید کرنے والے پر ہوگی۔نکاح کی ضرورت ہونے پر قیدی کا نکاح کر دینا چاہیے(۲۶)۔

قیدی کے حقوق میں یہ بھی بہت اہم امر ہے کہ قیدی کی تذلیل نہ ہو،اسے انسانوں کی طرح رکھا جائے،اس غرض کے لیے بے جا تشدد اور گنجائش سے زیادہ قیدیوں سے احتراز کیا جائے،ان کی خوراک و پوشاک کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔قیدیوں کی نفسیاتی اور طبی بحالی کو پیش نظر رکھا جائے تاکہ دوبارہ اچھے شہری کی حیثیت میں زندگی گزارنے کے قابل بن سکیں۔ضرورت کے وقت قیدی کو پیرول پر رہائی کا حق ہو نیز اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا دفاع کرنے کے پورے پورے مواقع فراہم کیے جائیں(۲۷)۔

حوالہ جات

1۔ M. Anwar Ghuman, Legal Dictionary with Law Terms and Phrases, Lahore. P-213

۲۔ ابن عابدین، ردالمحتار ۳۷۸/۵، ۵۱۲، المکتبۃ مصطفیٰ احمد الباز، مکہ مکرمہ، ۱۳۸۶ھ

۳۔ ابن عابدین، ردالمحتار ۳۷۸/۵، ۵۱۲، ۵۱۳، ابن قدامہ، المغنی ۴۹/۹، دارالفکر، بیروت ۱۴۰۴ھ، ابن فرحون، تبصرۃ الحکام، ۳۰۴/۱ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۹۵۸ء

۴۔ ابن عابدین، ردالمحتار ۵۱۲/۵، ابن قدامہ، المغنی ۲۰۷/۹، المرادوی، علاؤالدین، الانصاف ۹۰/۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۶ھ

5۔ The Prisoners Act, 1900, Sec.35-37

۶۔ ابن فرحون، تبصرۃ الحکام ۲۶۶/۱، الصاوی، احمد بن محمد، بلغۃ السالک ۳۴۴/۲، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۹۵۱ء

۷۔ کاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع، ۶۵/۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱۴۱۰ھ

8۔ James B. Jacobs, New Perspectives on Prison and Imprisonment, P.33

۹۔ المرغینانی، برہان الدین، الھدایۃ ۷/۳، ادارہ قرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۷ھ، ابوابراہیم، المزنی مختصر ص ۳۱۰، دارالمعرفہ بیروت۔ (س ن)

۱۰۔ کاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع، ۲۰/۶

۱۱۔ ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ ص ۵۰۴، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۹۸۷ء

۱۲۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر ص ۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۳ء

۱۳۔ ابن فرحون، تبصرۃ الحکام، ۲۰۵/۲، ابن عابدین، ردالمحتار ۳۷۷/۵

۱۴۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳۴۴/۷، ۳۵۰، ابن ہمام، شرح فتح القدیر ۴۷۱/۵، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر (س ن)

۱۵۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔۱۹۸۱ء، ص ۶۳

۱۶۔ کاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع ۲۲۸/۲، مغنی المحتاج ۱۳۵/۲

۱۷۔ ابن قدامہ، المغنی، ۴۹۵/۴، سحنون بن سعید، المدونہ ۶۱/۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۴ء

۱۸۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۱۴/اگست ۱۹۹۷ء

۱۹۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۱۴/اگست ۱۹۹۷ء

۲۰۔ David Garland, Punishment and Modern Society, P.4

۲۱۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۹۷ء

۲۲۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔۱۹۸۱ء، ص ۲۶۳

۲۳۔ Legal Dictionary, P.213

۲۴۔ کاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع، ۱۷۴/۷، المبسوط ۹۰/۲۰، ابن ہمام، شرح فتح القدیر ۴۷۱/۵، ابن عابدین، ردالمحتار ۳۷۸/۵

۲۵۔ ابن عابدین، ردالمحتار ۳۷۸/۵، ۵۱۲، ابن قدامہ المغنی، ۴۹/۹

۲۶۔ ابن عابدین، ردالمحتار ۳۷۸/۵

شیخ زاید اسلامک سینٹر کی آئندہ کتاب

پاکستان میں لبرل ازم کی تحریکات کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی زندگی پر اثرات

از

ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل